



10-03-2018

# تمہاری زلف میں پہنچی تو حسن کہلائی

مفتی منیب الرحمن

مندرجہ ذیل شعر ہمارے سیاسی قائدین کی ”اصول پسندی“ کا صحیح عکاس ہے:

تمہاری زلف میں پہنچی تو حسن کہلائی      وہ تیرگی جو میرے نامہ سیاہ میں تھی

اہل ثروت نے سینیٹ کے حالیہ انتخاب میں حسبِ توفیق دولت کا استعمال کیا، اس میں پس پردہ سیاسی جماعتوں کا حوالہ بھی آتا ہے، اسی کو مروجہ سیاسی محاورے میں ”تجارتِ اسپاں“ کہا جاتا ہے۔ اس کی خوبی یہ ہے کہ ہر فریق کو دوسرے کا چہرہ کا لک زدہ اور اپنا زرخِ زبیا نورانی نظر آتا ہے۔ چنانچہ جناب بلاول بھٹو نے کہا: ”مسلم لیگ ن ہارس ٹریڈنگ کر رہی ہے“، ہو سکتا ہے اُن کے پاس کچھ معلومات ہوں، لیکن بظاہر آج کل مسلم لیگ ن مشکل میں ہے۔ ضمنی انتخابات میں پے در پے کامیابیوں کے باوجود اُن کے لیے مقتدرہ کی جانب سے رحم کی کوئی علامت نظر نہیں آرہی۔ پیپلز پارٹی نے سندھ، بلوچستان اور پختونخوا میں کمال کر دکھایا، جس پر سب محو حیرت ہیں۔ اسی طرح پی ٹی آئی کے چوہدری سرور صاحب نے پنجاب میں مہارت دکھائی، دوسری جماعتوں کے چودہ اراکین کے ووٹ حاصل کر کے کامیاب ہوئے، مستقبل میں پنجاب کی فتح کی نوید سنائی اور پی ٹی آئی کی صوبائی قیادت نے بھی اس کا خوب جشن منایا۔ اس کے برعکس جب خیبر پختونخوا میں یہی حربہ پی پی پی نے کامیابی کے ساتھ ان کے خلاف استعمال کیا، تو جناب عمران خان نے اسے ضمیر فروشی سے تعبیر کیا۔ پس ہماری سیاست کی ”اصول پسندی“ یہی ہے، جو درحقیقت ”وصول پسندی“ ہے۔ یعنی جو کا لک سندھ اور خیبر پختونخوا میں زرداری صاحب کے چہرے پر نظر آرہی ہے، وہی پنجاب میں پی ٹی آئی کے زرخِ زبیا کا جمال جہاں آرا ہے۔ اسی اصول پسندی کا شاخسانہ ہے کہ جو طیور سیاست کسی اور سمت سے اڑ کر آپ کے آشیانے میں آجائیں، وہ با اصول ہیں، وہ پو تر ہو گئے، اُن کے دامن کے سب داغ دھل گئے، اُن کا من اُجلا ہو گیا، خواجہ میر درد کے الفاظ میں ان کا ”سیاسی زُہد و انقضا“ بیا نگِ ذہل اعلان کر رہا ہے:

تردامنی پہ شیخ ہماری نہ جانیو!      دامنِ نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

اس لیے میں لکھتا رہتا ہوں، کوئی آئے، کوئی جائے، کوئی اسٹیٹس کو بد لئے کے لاکھ دعوے کرے، ہم زیادہ سے زیادہ انہیں بیس یا اٹھارہ بیس کے فرق کی توقع رکھیں اور بس! ہمیں ہمیشہ خیر قلیل پر ہی قناعت کرنی ہوگی، خیر کثیر یا خیر غالب دستیاب حالات میں ہمارے

مقرر میں نہیں ہے۔ ابھی تو سینیٹ کی چیئرمین شپ کا مرحلہ باقی ہے، دیکھتے جائیے کہ اس میں کیسے نئے ریکارڈ قائم ہوتے ہیں۔ دنیا کی مسلمہ جمہوری اقدار میں اگر کسی جماعت کو کسی ایوان میں پورا غلبہ حاصل ہو، تو اُس ایوان کی سربراہی اس کا استحقاق ہوتی ہے، لیکن اگر کسی ایک پارٹی کو ایوان میں سادہ اکثریت بھی حاصل نہ ہو، تو ایوان کی واحد بڑی جماعت کو پہلے قسمت آزمائی کا موقع دیا جاتا ہے کہ اگر وہ دوسری جماعتوں سے اتحاد کر کے اکثریت حاصل کر لے تو اس کا حق مقدم ہے۔ لیکن سینیٹ کے الیکشن سے پہلے بلوچستان میں اکثریتی حکومت کی معزولی اور فرد واحد کے وزیر اعلیٰ بنائے جانے کی سیاسی کرامت دکھائی جا چکی ہے، ظاہر ہے کہ ایسی کرامات کا صدور طاقتور حلقوں کی آشیر باد کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اس کی روشنی میں ایک بھی سو پر بھاری ہو سکتا ہے۔ پس اسی ”زریں اصول“ کے تحت ایک زرداری سب پر بھاری بننے کی سیاسی کرامت دکھانے کے موڈ میں ہیں، اُن کے نمائندے جہازوں میں مختلف مقامات کے چکر لگا رہے ہیں اور سودا بازی میں مصروف ہیں۔ یہ بات سب کو مان لینی چاہیے کہ سیاسی سودے بازی میں جناب زرداری کا ہمسر کوئی بھی نہیں ہے، کیونکہ وہ طبعاً فیاض ہیں، کھلے دل کے آدمی ہیں اور بل بانٹ کر کھانے کا سیاسی کلچر انہی سے شروع ہو کر انہی پر ختم ہوتا ہے۔

لبرل میڈیا کی نظر میں ہماری قومی ترجیحات:

دہی میں ایک انڈین اداکارہ المعروف ”سری دیوی“ کی حادثاتی موت واقع ہوئی، تو یہ سانحہ ہمارے قابلِ افتخار آزاد الیکٹرانک میڈیا کے لیے ”بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا“ کا مصداق بن گیا، دو تین دن میڈیا نے اس پر اپنی بھرپور توانائیاں صرف کیں اور بعض بڑے چینلز کی شہ سرفی چار پانچ منٹ تک یہی رہی، شاید انہیں اتنا شاندار خراج عقیدت انڈین میڈیا نے بھی پیش نہ کیا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے لبرل میڈیا کی ترجیحات کیا ہیں اور یہ کہ وہ نئی نسل کو کس سمت لے جانا چاہتے ہیں۔ ایک طرف کشمیر کی لائن آف کنٹرول پر ہندوستانی افواج آئے دن ہماری مسلح افواج کے جوانوں اور بے قصور شہریوں کو اندھا دھند نشانہ بنا کر شہید کر رہی ہیں، جبکہ میڈیا یہ تاثر دے رہا ہے کہ پاکستانی اُن کی محبت میں مرے جا رہے ہیں: ”تھو بر تو! اے چرخ گردوں! تھو“۔

نخبین خان:

میں جناب عمران خان کے غالی نخبین کی تحریریں حتی الامکان سرسری طور پر ہی سہی پڑھتا رہتا ہوں تاکہ موصوف کی شخصیت کے ان پہلوؤں کے بارے میں آگہی ہو جو ہماری نظروں سے اوجھل رہ گئے ہیں، کیونکہ ہر پاکستانی تدرل سے متمنی ہے کہ ملک و ملت کی فلاح کے لیے کہیں سے امید کی کوئی کرن نظر آئے۔ ایک بزرگ تکرار کے ساتھ لکھتے رہتے ہیں کہ مسلم لیگ ن والے صحافیوں کو خرید لیتے ہیں، میں یہ جاننے میں بھی ناکام ہوں کہ وہ ”اسپان تازی“ کو خرید کر کون سے اصطبل میں باندھ لیتے ہیں، کیونکہ اسکر پر سنز، تجزیہ کاروں اور کالم نگاروں کی واضح اکثریت جناب عمران خان کی حامی نظر آتی ہے۔ میں تو ن لیگ والوں کی اس دانش پر بھی حیران ہوں کہ وہ عرفان صدیقی صاحب ایسے اپنے مخلص اور صاحب طرز لکھاری کو بھی اپنے عہد اقتدار میں کسی منصبِ جلیلہ پر فائز کر کے ان کی قلمی حمایت سے محروم ہو جاتے ہیں، سو میڈیا میں خان صاحب کا پلڑا بظاہر بھاری نظر آتا ہے۔

خان صاحب کو کوئی یقین دلائے کہ مخالفین کے نام عرصہ پانچ سال سے ان کا جود شام و اہانت کا سلسلہ جاری ہے، وہ لوگوں کو ازبر ہو چکا ہے۔ وہ چاہیں تو ہر شہر میں این ٹی ایس کے ذریعے اپنے سامعین کا تحریری ٹیٹ لے لیں، لیکن ان پر رحم کریں، ان کی سمع و بصر کا مزید



امتحان نہ لیں، یہ صرف اللہ تعالیٰ کے کلام کا خاصہ ہے کہ جتنی بار سنو گے، ہر بار روح کو تازگی ملے گی۔ اہل نظر جس چیز کو سننے کے لیے بے قرار ہیں، وہ دستیاب وسائل کے اندر ملک کے مسائل کے حل کا حقیقت پسندانہ ایجنڈا ہے، نیز یہ کہ نئے وسائل کیسے پیدا کیے جائیں گے کہ ملک کے لیے مزید قرض لینے کا سلسلہ موقوف ہو جائے، اس سال کے بجٹ کا خسارہ بھی بارہ کھرب روپے ہے۔

اسی طرح جب پی ٹی آئی کے چیئر مین سینیٹ کے نظام انتخاب یا دیگر قوانین کی تبدیلی کا دعویٰ کرتے ہیں، تو مجھے حیرت ہوتی ہے کہ سینیٹ میں بارہ سیٹوں کے ساتھ وہ یہ تبدیلیاں کیسے لے آئیں گے، کیا انہیں ملک کے آئین میں طے شدہ قانون سازی کا طریقہ کار معلوم نہیں ہے۔ 2013 سے 2018 کے دورانیے میں سینیٹ کا کنٹرول جناب آصف علی زرداری کے ہاتھ میں رہا، انہوں نے مسلم لیگ ن کو ایسا کوئی قانون بنانے نہیں دیا، جو ان کی مرضی یا پالیسی کے خلاف ہو۔ بالفرض اگر قومی اسمبلی میں پی ٹی آئی کو اکثریت مل جاتی ہے اور ان کا وزیر اعظم بھی بن جاتا ہے، تو ان کے ہاتھ بھی اسی طرح سے بندھے رہیں گے۔ ان کے اندر اگر ضبط و تحمل اور کسی درجے میں دوسروں کو برداشت کرنے کا مادہ ہوتا، تو وہ اس دورانیے میں اتفاق رائے پیدا کر کے کچھ تبدیلیاں لا سکتے تھے، لیکن ان کے عجیب نفس، انانیت اور دوسروں کے لیے عدم برداشت کی خصلت کے ہوتے ہوئے اس کا نہ کوئی امکان تھا اور نہ ہی یہ وقوع پذیر ہوا۔ پس وہ کیسے توقع رکھتے ہیں کہ آنے والے عرصے میں ان کے اذیت رسیدہ اور ان کی زبان کے ڈسے ہوئے ان کے لیے من پسند قانون سازی کی راہ ہموار کریں گے۔ ہمارا یہ تجربہ دستیاب معروضی حالات کے تحت ہے، ماورائی تبدیلیوں کی ہمارے ہاں ہمیشہ گنجائش رہی ہے اور رہے گی، کیونکہ ہماری جمہوریت اور سیاسی قائدین کو ابھی تک اپنے ذاتی اور گروہی مفاد سے بالاتر ہو کر سوچنے کا سلیقہ ہی نہیں آیا اور نہ ہی نفرتوں سے آلودہ ہماری سیاسی قیادت سے اس کی امید ہے۔

بیکم کلثوم نواز ایک عرصے سے گلے کے کینسر میں مبتلا ہیں، اخبارات سے معلوم ہوا کہ ٹیومر آپریشن اور ریڈیو تھراپی کے باوجود ان کا ٹیومر پھر ڈویلپ ہو گیا ہے اور دوبارہ آپریشن تجویز کیا گیا ہے۔ مجھے کینسر کے موزی مرض کا شکار اپنے جوان عمر بیٹے ضیاء الرحمن مرحوم کے کرب کا بخوبی اندازہ ہے، اللہ کسی کو ایسی پریشانی میں مبتلا نہ کرے۔ عدالتوں کے اپنے میرٹس اور ڈی میرٹس ہوتے ہیں، لیکن جناب خان کو اپنی والدہ مرحومہ کے کرب کو ذہن میں رکھ کر بڑے پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنا چاہیے کہ نواز شریف صاحب کو اپنی اہلیہ اور مریم نواز صاحبہ کو اپنی والدہ کی عیادت کے لیے برطانیہ کے مختصر سفر کی اجازت دی جائے، نیب عدالت میں ان کی حاضری کا ریکارڈ ویسے بھی درست ہے۔ اگر بالفرض کسی کو اندیشہ ہو کہ واپس نہیں آئیں گے، تو اس کا سب سے زیادہ فائدہ پی ٹی آئی کو ہوگا کہ انہیں آئندہ انتخابات میں کھلا میدان ملے گا، اس ناپسندیدہ مشورے پر شیخ رشید صاحب سے پیشگی معذرت۔

16 جنوری کو ایوان صدر میں میرے خطاب کی بابت بہت سے احباب نے فرمائش تھی کہ اُسے سوشل میڈیا پر ڈالا جائے تاکہ بڑی تعداد میں خواہش مند لوگ سن سکیں۔ 5 مارچ کو ہمیں اس کا وڈیو ریکارڈ جونہی دستیاب ہوا، ہم نے اُسے اپنے فیس بک پیج ”Mufti-Muneeb-ur-Rehman-Office“ پر اپ لوڈ کر دیا ہے، اندرون ملک کے علاوہ اسے بیرون ملک بھی کئی میڈیا سے شیئر کیا گیا ہے اور الحمد للہ لاکھوں کی تعداد میں لوگ سن چکے ہیں، بن رہے ہیں اور اس کی تحسین کر رہے ہیں۔ میں ان تمام محبین کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان سب کے لیے دعا گو ہوں۔